فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۲۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کن کن ائمہ اسلام نے محمد بن حسن شیبانی کو جہمی کہا ہے؟

جواب: کئی محدثین ائمہ دین نے محمد بن حسن بن فرقد شیبانی کو ''جہمی'' کہا ہے۔ جہمی فرقہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے۔ یہ صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتا تھا۔

① امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

مُحَمَّدٌ جَهْمِيٌّ كَذَّابٌ .

''محمد شیبانی جہمی کذاب ہے۔''

(الضعفاء الكبير للعقيلي : 52/4، وسندهٔ صحيحٌ)

② امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ يَذْهَبُ مَذْهَبَ جَهْمٍ .

''یہ جہمی مذہب کا ماننے والا تھا۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 179/2، وسندهٔ صحيحٌ)

③ امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مُحَمَّدٌ الشَّيْبَانِيُّ جَهْمِيٌّ .

''محمد شیبانی جہمی ہے۔''

(خلق أفعال العِباد : 63)

④ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ (۲۶۴ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ جَهْمِيًّا .

''محمد بن حسن شیبانی جہمی تھا۔''

(الضّعفاء : 570/2، تاريخ بغداد : 179/2، لسان الميزان لابن حجر : 122/5)

⑤ امام زکریا بن یحییٰ ساجی رحمہ اللہ (۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ يَقُولُ بِقَوْلِ جَهْمٍ وَكَانَ مُرْجِئًا .

''یہ جہمی مذہب کا قائل تھا، نیز مرجئ بھی تھا۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 179/2، وسندهٗ حسنٌ)

فائدہ:

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ (۳۶۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَيْسَ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَيُنْكَرُ عَلَيْهِ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ مَنْ ذَكَرْنَا وَقَدِ اسْتَغْنٰى أَهْلُ الْحَدِيثِ عَمَّا يَرْوِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَأَمْثَالُهٗ .

''بے شک محمد بن حسن شیبانی محدث نہیں تھا کہ اس کی روایات کو منکر قرار دیا جاتا، جن محدثین نے اس پر جرح کی ہے، ہم نے ذکر کر دیا ہے، محدثین محمد بن حسن شیبانی اور اس جیسوں کی روایت کردہ احادیث سے مستغنی ہیں۔''

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 378/7)

سوال: بندر کی خرید و فروخت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: بندر بالاتفاق حرام ہے۔ اس کی خرید و فروخت جائز نہیں۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ بَيْنَ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ خِلَافًا أَنَّ الْقِرْدَ لَا يُؤْكَلُ وَلَا يَجُوزُ بَيْعُهُ.

''بندر کا گوشت حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت ناجائز ہے، اس بارے میں میں نہیں جانتا کہ کسی مسلمان عالم نے اختلاف کیا ہو۔''

(التّمهيد: 157/1)

سوال: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔ ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے، جہاں دعا کرنا جائز ہے، وہاں ہاتھ اٹھانا بھی جائز ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

جَاءَ الْبَقِيعَ فَقَامَ، فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

''نبی کریم ﷺ بقیع الغرقد میں تشریف لائے، وہاں کھڑے ہوئے، پھر تین مرتبہ ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی)۔''

(صحيح مسلم: 974)

سوال: اگر عورت رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرے، کیا اس کی سزا بھی قتل ہے؟

جواب: گستاخ رسول کی سزا قتل ہے، اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔

❁ علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي كَانَتْ تُعْلِنُ بِشَتْمِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قُتِلَتْ وَهُوَ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ وَبِهِ يُفْتَى الْيَوْمَ.

''جو عورت نبی کریم ﷺ کو اعلانیہ برا بھلا کہتی تھی، اسے قتل کیا گیا تھا، ائمہ

ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا یہی مذہب ہے اور (احناف کے ہاں بھی) اب اسی پر فتویٰ ہے۔''

(مَجمع الأنهر :677/1)

(سوال): ایک عیسائی نے سوال پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے جیسا الٰہ بنانے پر قدرت رکھتا ہے؟ اس کا کیا جواب ہوسکتا ہے؟

(جواب): الٰہ وہ ہوتا ہے، جسے کسی نے پیدا نہ کیا ہو، جس کو پیدا کر دیا جائے، وہ مخلوق ہوتا ہے، نہ کہ الٰہ۔

دوسری بات کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق نفی یا اثبات کے ساتھ وہی بات کہی جائے، جو اس نے اپنے لیے کہی ہے یا محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے لیے کہی ہے۔ اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کے متعلق گفتگو کرنا جائز نہیں۔ چیزیں گن گن کر یہ کہنا کہ کیا اللہ ایسا کرنے پر قدرت رکھتا ہے؟ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور اللہ اپنے علاوہ کسی کو معبود اور الٰہ نہیں بناتا، اگر کوئی دوسرا حقیقی الٰہ ہوتا، تو کائنات کا نظام تباہ ہو جاتا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ إِلٰهٍ إِذًا لَذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾

(المؤمنون: ٩١)

''نہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی الٰہ ہے، ورنہ ہر الٰہ اپنی اپنی مخلوق کو لے جاتا اور بعض الٰہ بعض پر غلبہ حاصل کر لیتے، اللہ تعالیٰ ان باتوں

سے پاک ہے، جولوگ (اللہ کے متعلق) بیان کرتے ہیں۔''

❀ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾(الأنبياء : ٢٢)

''اگر زمین وآسمان میں اللہ کے علاوہ بھی کوئی الٰہ ہوتا، تو زمین وآسمان تباہ ہو جاتے، اللہ رب العرش ان تمام باتوں سے پاک ہے، جو (مشرک) لوگ کرتے ہیں۔''

سوال: قریب المرگ پر سورت یٰس کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: ثابت نہیں، اس بارے میں حدیث ضعیف ہے۔

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِقْرَءُ وا عَلٰی مَوْتَاكُمْ يٰس .

''قریب المرگ لوگوں پر سورت یٰس کی قرأت کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 26/5؛ سنن أبي داوٗد : 3121؛ السّنن الكبرٰى للنّسائي : 10914؛ سنن ابن ماجه : 1448)

سند ضعیف ہے۔

① بعض سندوں میں ابوعثمان کے مجہول والد کی زیادت ہے۔ یہ المزید فی متصل الاسانید ہے۔

② ابوعثمان نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی۔

ضابطہ یہ ہے کہ اگر کسی محدث نے اپنے شیخ سے روایت کی، پھر کسی طریق میں اسی شیخ

سے ایک واسطہ ذکر کیا، تو دیکھا جائے گا کہ بغیر واسطہ والی سند میں محدث نے شیخ سے سماع کی تصریح کی ہے یا نہیں کی۔ اگر سماع کی صراحت کی ہے، تو روایت متصل سمجھی جائے گی اور یہ کہا جائے گا کہ اس محدث نے ایک مرتبہ روایت کو براہ راست اپنے شیخ سے بیان کیا ہے اور دوسری مرتبہ واسطہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور اگر سماع کی صراحت نہیں کی، تو روایت کو منقطع ہی سمجھا جائے اور جس سند میں زائد واسطہ ہے، اسے انقطاع پر دلیل مانا جائے گا۔

۞ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (٦٢٨ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا جَاءَ عَنْهُ فِي رِوَايَةٍ أُخْرٰى إِدْخَالُ وَاسِطَةٍ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَنْ كَانَ قَدْ رَوَى الْحَدِيثَ عَنْهُ مُعَنْعَنًا، غَلَبَ عَلَى الظَّنِّ أَنَّ الْأَوَّلَ مُنْقَطِعٌ، مِنْ حَيْثُ يَبْعُدُ أَنْ يَكُونَ قَدْ سَمِعَهٗ مِنْهُ، ثُمَّ حَدَّثَ بِهٖ عَنْ رَجُلٍ عَنْهُ.

''محدث نے ایک راوی سے عن کے ساتھ حدیث روایت کی، پھر (ایک سند میں) محدث اور اس راوی کے درمیان ایک واسطہ ذکر کیا گیا، تو غالب گمان یہ ہوگا کہ پہلی روایت (جو واسطہ کے بغیر ہے) منقطع ہو گی، کیونکہ اس صورت میں یہ کہنا بعید ہے کہ اس محدث نے راوی سے براہ راست بھی سنا ہے اور رجل مبہم کے واسطہ کے ساتھ بھی۔''

(بيان الوهم والإيهام: 416/2، 425)

۞ حافظ ابن قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ لَا يَصِحُّ، لِأَنَّ أَبَا عُثْمَانَ هٰذَا لَا يُعْرَفُ.

''یہ روایت ثابت نہیں، کیونکہ یہ ابوعثمان غیر معروف ہے۔''

(بيان الوَهم والإيهام : 49/5)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الأذكار، ص 144)

✿ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرَادَ بِهِ مَنْ حَضَرَتْهُ الْمَنِيَّةُ لَا أَنَّ الْمَيِّتَ يُقْرَأُ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

''اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب المرگ مراد لیا ہے۔ نہ کہ میت پر قرآن پڑھا جانا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کریں (یہ بھی قریب المرگ کے لئے ہے، میت کے لئے نہیں)۔''

(صحيح ابن حبان، تحت الحديث : 3002)

✿ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

(الرّوح، ص 11)

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین عقائد میں اختلاف تھا؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقائد میں متفق ہیں۔ کوئی عقیدہ ایسا نہیں، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختلاف کیا ہو۔ بعض لوگ اپنے باطل عقائد کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منسوب کر دیتے ہیں یا ان سے غیر ثابت روایات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں، ایسا کرنا درست نہیں۔ عقائد کے باب میں صحابہ کرام متفق ہیں، کیونکہ انہوں نے عقائد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیے ہیں، اپنی عقل یا رائے سے عقائد کا استنباط نہیں کیا۔

❀ علامہ، ابوالعباس، احمد بن علی، مقریزی (۸۴۵ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا بَعَثَ مِنَ الْعَرَبِ نَبِيَّهٗ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا إِلَى النَّاسِ جَمِيعًا، وَصَفَ لَهُمْ رَبُّهُمْ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى، بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ الْكَرِيمَةَ فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ الَّذِي نَزَّلَ بِهٖ عَلٰى قَلْبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّوحُ الْأَمِينُ وَبِمَا أَوْحٰى إِلَيْهِ رَبُّهٗ تَعَالٰى، فَلَمْ يَسْأَلْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ بِأَسْرِهِمْ، قَرَوِيهِمْ وَبَدَوِيهِمْ عَنْ مَّعْنٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ كَمَا كَانُوا يَسْئَلُونَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ وَالْحَجِّ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا لِلّٰهِ فِيهِ سُبْحَانَهٗ أَمْرٌ وَّنَهْيٌ، وَكَمَا سَأَلُوهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْ أَحْوَالِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ إِذْ لَوْ سَأَلَهٗ إِنْسَانٌ مِّنْهُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنَ الصِّفَاتِ الْإِلٰهِيَّةِ لَنُقِلَ كَمَا نُقِلَتِ الْأَحَادِيثُ الْوَارِدَةُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَحْكَامِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَفِي التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ، وَأَحْوَالِ الْقِيَامَةِ وَالْمَلَاحِمِ وَالْفِتَنِ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ مِمَّا تَضَمَّنَتْهُ كُتُبُ الْحَدِيثِ، مَعَاجِمُهَا وَمَسَانِيدُهَا وَجَوَامِعُهَا وَمَنْ أَمْعَنَ النَّظَرَ فِي دَوَاوِينِ الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ، وَوَقَفَ عَلَى الْآثَارِ السَّلَفِيَّةِ، عَلِمَ أَنَّهٗ لَمْ يَرِدْ قَطُّ مِنْ طِرِيقٍ صَحِيحٍ وَّلَا سَقِيمٍ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ

الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَعَلَى اخْتِلَافِ طَبَقَاتِهِمْ وَكَثْرَةِ عَدَدِهِمْ، أَنَّهٗ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَّعْنٰى شَيْءٍ مِمَّا وَصَفَ الرَّبُّ، سُبْحَانَهٗ بِهٖ نَفْسَهُ الْكَرِيمَةَ فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ، وَعَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَلْ كَلُّهُمْ فَهِمُوا مَعْنٰى ذٰلِكَ وَسَكَتُوا عَنِ الْكَلَامِ فِي الصِّفَاتِ نَعَمْ وَلَا فَرَّقَ أَحَدٌ مِّنْهُمْ بَيْنَ كَوْنِهَا صِفَةَ ذَاتٍ أَوْ صِفَةَ فِعْلٍ، وَإِنَّمَا أَثْبَتُوا لَهٗ تَعَالٰى صِفَاتٍ أَزَلِيَّةً مِّنَ الْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ وَالْحَيَاةِ وَالْإِرَادَةِ وَالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالْكَلَامِ وَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْجُودِ وَالْإِنْعَامِ وَالْعِزِّ وَالْعَظَمَةِ، وَسَاقُوا الْكَلَامَ سَوْقًا وَّاحِدًا وَهٰكَذَا أَثْبَتُوا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مَا أَطْلَقَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰى نَفْسِهِ الْكَرِيمَةِ مِنَ الْوَجْهِ وَالْيَدِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، مَعَ نَفْيِ مُمَاثَلَةِ الْمَخْلُوقِينَ فَأَثْبَتُوا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِّلَا تَشْبِيهٍ، وَنَزَّهُوا مِنْ غَيْرِ تَعْطِيلٍ، وَلَمْ يَتَعَرَّضْ مَعَ ذٰلِكَ أَحَدٌ مِّنْهُمْ إِلٰى تَأْوِيلِ شَيْءٍ مِّنْ هٰذَا، وَرَأَوْا بِأَجْمَعِهِمْ إِجْرَاءَ الصِّفَاتِ كَمَا وَرَدَتْ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا يُسْتَدَلُّ بِهٖ عَلٰى وَحْدَانِيَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَعَلٰى إِثْبَاتِ نُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سِوٰى كِتَابِ اللّٰهِ، وَلَا عَرَفَ أَحَدٌ مِّنْهُمْ شَيْئًا

مِّنَ الطُّرُقِ الْكَلَامِيَّةِ وَلَا مَسَائِلِ الْفَلْسَفَةِ، فَمَضٰى عَصْرُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى هٰذَا إِلٰى أَنْ حَدَثَ فِي زَمَنِهِمُ الْقَوْلُ بِالْقَدَرِ، وَأَنَّ الْأَمْرَ أَنَفَةٌ، أَيْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يُقَدِّرْ عَلٰى خَلْقِهِ شَيْئًا مِمَّا هَمَّ عَلَيْهِ .

''جب اللہ نے محمد عربی ﷺ کو تمام انسانیت کی طرف رسول بنا کر بھیجا، تو اللہ ﷺ نے انہیں اپنی وہ صفات بیان کیں، جو صفات اللہ نے اپنے لئے قرآن حکیم، جو محمد ﷺ کے سینہ پاک پر جبریل امین لے کر اترے، میں بیان کی ہیں، تو عرب بدویوں یا حضرویوں میں سے کسی نے بھی ان کے معنی کی بابت سوال نہیں کیا۔ ہاں! لوگ نماز، زکوۃ، حج، روزہ اور اسی طرح دیگر مسائل، جن میں اللہ کی طرف سے کوئی امر ونہی وارد ہے، کے متعلق سوال کرلیا کرتے تھے۔ اسی طرح قیامت، جنت اور جہنم کے بارے میں سوال کرتے رہتے تھے۔ (لیکن صفات کے متعلق کوئی سوال نہ کرتا)، کیوں کہ اگر کوئی نبی کریم ﷺ سے صفات الٰہیہ کے بارے میں سوال کرتا، تو وہ بھی اسی طرح منقول ہوتیں، جس طرح دوسری چیزیں منقول ہوئی ہیں، مثلا، حلال وحرام کے احکام، ترغیب وترہیب، احوالِ قیامت، ملاحم وفتن اور اس طرح کی چیزیں جو کتب حدیث، جوامع، معاجم اور مسانید میں موجود ہیں۔ دواوین حدیث اور آثارِ سلف میں بنظرِ غور دیکھیں تو جان لیں گے کہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں بھی اس کا معنی وارد نہیں ہوا۔ اتنے صحابہ موجود ہیں مگر ایک بھی نظر نہیں آتا، جس نے نبی کریم ﷺ سے قرآن وحدیث میں وارد صفاتِ باری تعالیٰ کے

معنی کے بارے میں سوال کیا ہو، بل کہ سبھی اس کا معنی جانتے تھے اور صفات باری تعالیٰ میں گفتگو نہیں کرتے تھے۔ جی ہاں، کسی ایک صحابی نے بھی صفات ذاتیہ اور صفاتِ فعلیہ میں فرق نہیں کیا۔ انہوں نے اللہ کی صفاتِ ازلیہ مثلا: علم، قدرت، حیات، ارادہ، سمع و بصر، کلام، جلال، اکرام، جود، انعام، عزت اور عظمت۔ اس بارے میں سلف ایک ہی بات پر متفق ہیں۔ اسی طرح جن صفات کا اطلاق اللہ نے اپنے لئے کیا ہے، اسلاف بھی ان چیزوں کا اطلاق اللہ کے لئے کرتے ہیں، مثلا: وجہ، ید وغیرہ، البتہ مماثلت کی نفی کرتے ہیں۔ ائمہ سلف صالحین بلا تشبیہ صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں، بغیر تعطیل کے اللہ کی تنزیہ بیان کرتے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی ان کی تاویل نہیں کی۔ یہ اجماعی طور پر تمام صفات کو اسی طرح بیان کرتے ہیں، جس طرح وارد ہوئی ہیں۔ اللہ کی وحدانیت اور نبوتِ محمدی ﷺ کے اثبات کے لئے کتاب اللہ کے علاوہ کوئی ذریعہ استعمال نہیں کرتے۔ اہل کلام کے طریقوں اور فلسفیانہ مسائل سے ناواقف تھے، عصر صحابہ گزر گیا، تو ان کے بہت بعد تقدیر کے بارے میں سوالات اٹھائے جانے لگے، حالاں کہ سمجھ آنے والی بات تھی کہ اللہ نے اپنی تقدیر پر اپنے سوا کسی کو قدرت ہی نہیں دی۔''

(المَواعظ والاعتبار بذكر الخِطَط والأثار : 188/4)

سوال: مصیبت میں سورج کو پکارنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سورج کو پکارنا شرک اکبر ہے۔ پکارنا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی جائز ہے۔ سورج کو مصائب میں پکارنا ہی اس کی عبادت ہے۔ سورج خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور وہ اللہ کے سامنے سجدہ رکھتا ہے، تو مخلوق کو مشکل کشا اور حاجت روا

کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ جو خود کمزور اور محتاج ہو، وہ کسی کی کمزوری کیسے دور کر سکتا ہے؟ مشکل کشائی، حاجت روائی اور غلبہ وطاقت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اسی کو پکارا جائے اور اسی کے نام کی دہائی دی جائے۔

❁ علامہ صنع اللہ حنفی رحمہ اللہ (۱۱۲۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَهْلُ الْإِيمَانِ، فَلَيْسَ لَهُمْ غَيْرُ اللّٰهِ دَافِعٌ، وَمِنْهُ تَحْصُلُ الْمَنَافِعُ ...... فَإِنَّ ذِكْرَ مَا لَيْسَ مِنْ شَأْنِهِ النَّفْعُ وَلَا دَفْعُ الضَّرِّ مِنْ نَبِيٍّ وَّمَلَكٍ، وَوَلِيٍّ، وَغَيْرِهِمْ عَلٰى وَجْهِ الْإِمْدَادِ مِنْهُ إِشْرَاكٌ مَعَ اللّٰهِ، إِذْ لَا قَادِرَ عَلَى الدَّفْعِ غَيْرُهٗ، وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُهٗ.

''اور جو اہل ایمان ہیں، ان سے مصیبت کو اللہ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں، اسی سے منفعت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ جس کی حیثیت نفع پہنچانے اور تکلیف دور کرنے والے کی نہیں، اس سے مدد طلب کرنے کے لئے اس کا ذکر کرنا اللہ کے ساتھ شرک بن جاتا ہے۔ چاہے وہ نبی ہو، فرشتہ ہو یا ولی ہو یا کوئی دوسرا ہو، کیونکہ اللہ کے سوا تکلیف دور کرنے پر اور نفع دینے پر کوئی قادر نہیں ہے۔''

(سيف الله على من كذب على أولياء الله، ص 48)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارنا کیسا ہے؟

جواب: یوسف علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، دنیا سے منقطع ہیں، انہیں پکارنا شرک ہے۔ پکار صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی جائز ہے، جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، ہر ایک کی پکار سنتا ہے اور اسے پورا کرنے پر قادر ہے۔ مخلوق کو پکارنا اور پھر فوت شدہ مخلوق کو پکارنا عبث ہے، جس سے پکارنے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہونے والا۔

سوال: کیا سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر رحمٰن کا عرش ہل گیا تھا؟

جواب: جی ہاں۔ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہل گیا تھا۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ .

''سعد بن معاذ کی موت کی وجہ سے رحمٰن کا عرش ہل گیا۔''

(صحيح البخاري : 3803، صحيح مسلم : 2466)

اہل علم نے اس روایت کو متواتر قرار دیا ہے۔

① حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ رُوِيَ مِنْ وُجُوهٍ عِدَّةٍ كَثِيرَةٍ مُتَوَاتِرَةٍ، رَوَاهَا جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ .

''یہ حدیث کئی متواتر سندوں سے مروی ہے، جنہیں صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے۔''

(الاستيعاب : 4/165)

② حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مُتَوَاتِرٌ أَشْهَدُ بِأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهُ .

''یہ روایت متواتر ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے۔''

(العُلُوّ، ص 89)

③ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''متواتر'' کہا ہے۔

(التنوير شرح الجامع الصّغير للصنعاني : 4/295)

❁ حافظ سہیلی رحمہ اللہ (۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا بُعْدَ فِيهِ لِأَنَّهُ مَخْلُوقٌ وَتَجُوزُ عَلَيْهِ الْحَرَكَةُ وَالْهَزَّةُ وَلَا يُعْدَلُ عَنْ ظَاهِرِ اللَّفْظِ مَا وُجِدَ إِلَيْهِ سَبِيلٌ .

''اس (عرش کے ہلنے) میں کوئی بُعد نہیں، کیونکہ عرش مخلوق ہے اور وہ حرکت اور جنبش کرسکتا ہے۔ جب تک لفظ کو ظاہر پر محمول کرنا ممکن ہو، اسے ظاہر سے پھیرنا درست نہیں۔''

(الرّوض الأُنُف : 249/6)

(سوال): درج ذیل ذکر کرنا کیسا ہے؟

سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتَ .

''(اللہ!) تو جہاں بھی ہے، پاک ہے۔''

(جواب): یہ ذکر غیر شرعی ہے۔ حدیث کی کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں، نہ اسلاف اُمت سے منقول و ماثور ہے، نیز ایک اعتبار سے یہ ذکر عقیدہ اہل سنت کے منافی ہے۔

اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں سے اوپر عرش پر مستوی ہے، یہ خیال کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے یا جگہ بدلتا رہتا ہے، خالص بدعی نظریہ ہے۔

اذکار اور اوراد میں احتیاط ضروری ہے، ان سے عقائد کی عکاسی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ مسنون اور ثابت اذکار کو حرز جاں بنائیں، اپنی طرف سے اذکار وضع کرنے سے اجتناب کریں، اسی میں عافیت ہے۔

(سوال): درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلاةٌ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ أَحَلَّ لَكُمْ فِيهِ النُّطْقَ فَمَنْ نَطَقَ فَلا يَنْطِقْ إِلَّا بِخَيْرٍ .

''بیت اللہ کا طواف (ایک قسم کی) نماز ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کے لیے بولنا جائز رکھا ہے، چنانچہ جو بولے، وہ اچھی بات ہی کرے۔''

(سنن التّرمذي : 960، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 85/5)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عطاء بن سائب مختلط ہیں، جریر بن عبد الحمید، موسیٰ بن اعین اور فضیل بن عیاض نے ان سے بعد از اختلاط سنا ہے، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے قبل از اختلاط سماع کیا ہے، لیکن اس سند میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا سند ''ضعیف'' ہے۔

❀ اس کا ایک شاہد بھی آتا ہے:

اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَحَلَّ لَكُمْ فِيهِ الْكَلَامَ فَمَنْ يَّتَكَلَّمْ فَلَا يَتَكَلَّمْ إِلَّا بِخَيْرٍ .

''بیت اللہ کا طواف (ایک قسم کی) نماز ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کے لیے بولنا جائز رکھا ہے، چنانچہ جو بولے، وہ اچھی بات ہی کرے۔''

(المستدرك للحاكم : 267/2، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحَّحَ إِسْنَادَهٗ وَهُوَ كَمَا قَالَ، فَإِنَّهُمْ ثِقَاتٌ .

''امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، میرے نزدیک بھی ایسے ہی ہے، کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

(التّلخيص الحبير :1/130، ح : 174)

اس روایت کا مرفوع ہونا خطا ہے۔اس کا موقوف ہونا ہی راجح ہے۔

سوال : درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مَاءً فِي الطَّوَافِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران طواف پانی پیا۔''

(صحيح ابن خزيمة : 2750)

جواب :اس روایت میں ''طواف'' کا ذکر کسی راوی کا وہم اور خطا ہے۔

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي الْقَلْبِ مِنْ هٰذَا الْإِسْنَادِ، وَأَنَا خَائِفٌ أَنْ يَكُونَ عَبْدُ السَّلَامِ أَوْ مَنْ دُونَهٗ وَهِمَ فِي هٰذِهِ اللَّفْظَةِ أَعْنِي قَوْلَهٗ : فِي الطَّوَافِ .

''اس سند کے متعلق دل میں کھٹکا ہے، خدشہ ہے کہ عبدالسلام بن حرب یا نیچے والے کسی راوی کو ''طواف'' کے الفاظ ذکر کرنے میں وہم ہوا ہو۔''

(صحيح ابن خزيمة، قبل الحديث : 2750)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت غریب (خطا) ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ، تحت الرقم : 9297)

(سوال): کیا دم کرنے والا عورت کے جسم کو چھو سکتا ہے؟

(جواب): اجنبی عورت کو دم کرنا جائز ہے، مگر اسے چھونا جائز نہیں۔ ڈاکٹر اور حکیم کے لیے تو بسا اوقات عورت کو چھونا ضروری ہوتا ہے، اس کے بغیر علاج معالجہ ممکن نہیں، مگر دم کرنے کے لیے چھونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(سوال): درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنْ نَزَلَ بِنَا أَمْرٌ لَيْسَ فِيهِ بَيَانٌ؛ أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ : تُشَاوِرُونَ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِينَ، وَلَا تُمْضُوا فِيهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ .

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اگر ہمیں کوئی (شرعی) مسئلہ درپیش ہو، جس بارے میں (کتاب وسنت میں) امر یا نہی کی صراحت نہ ہو، تو آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا: فقہا اور عابدین سے مشاورت کرنا، ایسی صورت میں کسی خاص رائے کو نافذ نہ کرنا۔''

(مسند خليفة بن خياط : 70، المعجم الأوسط للطّبراني : 1618)

(جواب): سند ضعیف ومنکر ہے۔ ولید بن صالح مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۴۹۱/۵'' میں ذکر کیا ہے۔ اسے ولید بن صالح نحاس قرار دینا درست نہیں، یہ نیچے والے طبقہ کا راوی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اسی معنی کی ایک اور روایت بھی مروی ہے۔

(جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البرّ :1611، 1612)

سند سخت ضعیف ہے۔

① سلیمان بن بزیع ضعیف ہے۔

② ابراہیم بن ابی الفیاض بھی ضعیف ہے۔

سوال: جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو، تو اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو عیوب قربانی میں مانع ہیں کہ جن کی موجودگی میں قربانی جائز نہ ہو، ان میں سینگ کا ٹوٹا ہوا ہونا نہیں۔ مستحب یہی ہے کہ سینگ صحیح سلامت ہوں۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (قربانی کے) جانور کی آنکھیں اور کان بغور دیکھنے کا حکم فرمایا۔

(سنن النّسائي : ٤٣٨١، سنن التّرمذي : ١٥٠٣، سنن ابن ماجه : ٣١٤٣، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ (۲۹۱۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

سَأَلَهٗ رَجُلٌ، فَقَالَ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، الْبَقَرَةُ؟ قَالَ : عَنْ سَبْعَةٍ، قُلْتُ : الْقَرْنُ؟ قَالَ : لَا يَضُرُّكَ، قَالَ : قُلْتُ : الْعَرَجُ؟ قَالَ : إِذَا بَلَغَتِ الْمَنْسَكَ، ثُمَّ قَالَ : أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ .

''آپ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا: امیر المومنین! گائے میں کتنے حصے ہو سکتے ہیں؟ فرمایا: سات، پوچھا: سینگ (ٹوٹے جانور کا کیا حکم ہے)؟ فرمایا:

کوئی حرج نہیں۔عرض کیا: (معمولی) لنگڑا پن ہو،تو؟ فرمایا: اگر قربان گاہ تک چل کر جا سکے، (تو کوئی حرج نہیں۔) پھر فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے (جانور کے) آنکھ اور کان بغور دیکھنے کا حکم فرمایا۔''

(سنن الدّارمي : 1994، وسندهٗ حسنٌ)

جانور کی آنکھیں اور کان بغور دیکھنے کا حکم وجوبی نہیں، بلکہ استحباب پر محمول ہے، البتہ واضح کانے جانور کی قربانی جائز نہیں، جیسا کہ حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں ثابت ہے۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے کان کٹے اور ٹوٹے سینگ والے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔''

(سنن أبي داؤد : ٢٨٠٥، سنن النّسائي : ٤٣٨٢، سنن التّرمذي : ١٥٠٣، سنن ابن ماجه : ٣١٤٥، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امامِ ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے قربانی کے جانور کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:

لَا مُدَابَرَةَ وَلَا مُقَابَلَةَ وَلَا شَرْقَاءَ سَلِيمَةُ الْعَيْنِ وَالْأُذُنِ .

''جس جانور کا کان پیچھے یا آگے سے کاٹ کر لٹکا دیا جائیں یا درمیان سے چیر دیا جائے، اس کی قربانی نہ کی جائے، بلکہ وہ جانور ذبح کیا جائے، جس کی آنکھیں اور کان صحیح سلامت ہوں۔''

(علل الدّارقطني : 239/3، وسندهٗ صحيحٌ)

کان چیرا ہوا ہو یا کٹا ہوا ہو یا کان میں سوراخ ہو، اسی طرح سینگ ٹوٹا ہوا ہو یا اس کا خول اتر گیا ہو، ان صورتوں میں قربانی جائز ہے، یہ قربانی میں مانع عیوب نہیں، البتہ ان

عیوب کا نہ ہونا بہتر ہے۔ان کے متعلق نہی تنزیہی ہے، جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے۔

(سوال): نماز میں صفوں کو سیدھا کرنے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): باجماعت نماز میں صف بندی ضروری ہے۔صفوں کا سیدھا ہونا اور خلا پُر کرنا واجب ہے۔

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا تَسْوِيَةُ الصُّفُوفِ، فَالْآثَارُ فِيهَا مُتَوَاتِرَةٌ مِنْ طُرُقٍ شَتّٰى صِحَاحٍ، كُلُّهَا ثَابِتَةٌ فِي أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَسْوِيَةِ الصُّفوفِ، وَعَمَلَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ بِذٰلِكَ بَعْدَهٗ، وَهٰذَا مَا لَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

''صفوں کو برابر کرنے کے بارے میں مختلف صحیح سندوں سے متواتر احادیث مروی ہیں۔تمام احادیث میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفیں سیدھی کرنے کا حکم فرمایا ہے، نیز آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے اسی پر عمل کیا۔اس بارے میں اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(المَسالك في شرح موطإ الإمام مالك : 115/3)

اس حوالہ سے ہماری کتاب ''صف بندی کے احکام ومسائل'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔